شکیل عثمانی

جناب بشیر احمد مرحوم...... چند یادیں، چند باتیں

ممتاز محقق، مصنف اور دانش ور جناب بشیر احمد مرحوم گزشتہ سال 4 رجنوری 2014ء کو راولپنڈی میں انتقال کر گئے تھے۔ ان کے مختصر احوال اس طرح ہیں کہ یکم جنوری 1941ء کو راولپنڈی میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے 1965ء میں پنجاب یونیورسٹی سے معاشیات میں ایم اے کیا۔ چند سال تک حشمت علی اسلامیہ کالج سمیت راولپنڈی کے مختلف نجی کالجوں میں معاشیات کے استاد رہے۔ 1974ء میں فیڈرل پبلک سروس کمیشن کا امتحان پاس کیا اور مختلف وفاقی اداروں سے منسلک رہے۔ 1983ء میں انہوں نے فلیچر اسکول آف لا اینڈ ڈپلومیسی، ٹفورڈ، بوسٹن (امریکہ) سے لا اینڈ ڈپلومیسی میں ایم اے کیا۔ وہ 2001ء میں منسٹری آف کامرس کے انٹرنیشنل ٹریڈ ونگ کے ڈپٹی چیف کے طور پر ریٹائر ہوئے۔ ان کا خصوصی موضوع اسلام دشمن تحریکوں کا مطالعہ تھا۔ اب تک جناب بشیر احمد کی مندرجہ ذیل تالیفات اور تصنیفات شائع ہو چکی ہیں:

1- قادیان سے اسرائیل تک

2- بہائیت: اسرائیل کی خفیہ سیاسی تنظیم

3- فری میسنری: اسلام دشمن خفیہ یہودی تنظیم

4- بائبل کا تحقیقی جائزہ

5- اقبال اور قادیانیت: تحقیق کے نئے زاویے

6- Ahmadiyyah Movement British-Jewish Connection

7- Pakistan and the world Trade Organisation

جناب بشیر احمد سے میرے مراسم تقریباً بیس سال پر محیط تھے۔ ان سے تعارف کا ذریعہ معروف اسکالر ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ بنے۔ 1990 کی دہائی میں میرا اکثر ادارۂ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد کی لائبریری جانا ہوتا تھا جہاں ''بے سمت'' مطالعہ میرا مشغلہ تھا۔ مطالعے کے بعد ڈاکٹر غازی سے جو اُن دنوں ادارے سے بطور ریسرچ اسکالر وابستہ تھے ''حاصل مطالعہ'' پر تبادلہ خیال کرتا۔ میں ڈاکٹر صاحب کا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گا کہ اپنی مصروفیت کے باوجود انہوں نے مطالعے میں میری رہنمائی فرمائی۔ انھی دنوں کی بات ہے کہ لائبریری میں ایک کتاب ''قادیان سے اسرائیل تک'' پر نظر پڑی جس کے مصنف مولانا سمیع الحق تھے۔ قادیانیت پر علامہ اقبال اور شورش کاشمیری کی تحریریں پڑھنے کے بعد یہ تاثر میرے ذہن پر مرتسم ہو گیا تھا کہ قادیانیت اصلاً مذہبی نہیں بلکہ سیاسی تحریک ہے جس کا مقصد برصغیر میں برطانوی اقتدار کو الہامی سند فراہم کرنا تھا، اس لیے اس کتاب کا دلچسپی سے مطالعہ کیا۔ اس میں ایک نئے زاویے سے قادیانیت کا جائزہ لیا گیا ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ برطانیہ اور اسرائیل کے قادیانیت سے گہرے روابط ہیں اور ان تینوں قوتوں نے مشترکہ طور پر اسلام دشمن کردار ادا کیا۔ کتاب ختم کرنے کے بعد میں نے

غیر معمولی جوش سے ڈاکٹر محمود غازیؒ کو بتایا کہ آج میں نے مولانا سمیع الحق کی کتاب ’’قادیان سے اسرائیل تک‘‘ پڑھی اور اس کے مندرجات چشم کشا ہیں۔ یہ سنتے ہی غازی صاحب مسکرائے اور کہا کہ اس کتاب کے مصنف مولانا سمیع الحق نہیں بلکہ ابومدثرہ ہیں جن سے وہ شخصی طور پر واقف ہیں۔ میرے استفسار پر انہوں نے بتایا کہ ایک وفاقی ڈپٹی سیکریٹری جناب بشیر احمد نے بوجوہ اپنے قلمی نام سے یہ کتاب لکھی ہے۔ جب میں نے ڈاکٹر غازی سے پوچھا کہ کیا میں ان کے حوالے سے بشیر صاحب سے ملاقات کرسکتا ہوں، تو انہوں نے کمالِ شفقت سے اجازت دے دی اور کہا کہ بشیر صاحب اسلام آباد کی اسٹیٹ لائف بلڈنگ میں منسٹری آف کامرس کے ایک ذیلی ادارے انٹرنیشنل ٹریڈ ونگ میں ہوتے ہیں۔ دوسرے دن بشیر صاحب سے ملاقات سے قبل میں نے ایک بار پھر لائبریری سے ’’قادیان سے اسرائیل تک‘‘ نکلوائی اور غور سے دیکھا تو بیرونی ٹائٹل پر خفی کتابت میں بسعی و اہتمام اور بسعی و اہتمام کے نیچے جلی کتابت میں مولانا سمیع الحق لکھا ہوا تھا۔ اندرونی ٹائٹل کی بھی یہی کیفیت تھی۔ البتہ عرض مؤلف ابومدثرہ کی جانب سے تھا۔ اب مجھے اپنی غلط فہمی کا سبب معلوم ہوگیا کہ میں نے کیوں اس کتاب کو مولانا سمیع الحق کی تصنیف سمجھا۔ غالباً اسی غلط فہمی کے سبب ادارۂ تحقیقات اسلامی کی لائبریری کے کیٹیلاگ میں اس کتاب کے مصنف کا نام مولانا سمیع الحق درج ہے۔ یہ تو جملۂ معترضہ ہے۔ بہرحال اسی روز میں نے بشیر احمد صاحب سے ڈاکٹر محمود احمد غازی کے حوالے سے ملاقات کی۔ انہوں نے گرم جوشی سے میرا استقبال کیا۔ ہماری گفتگو قادیانی تحریک اور قادیانی، یہودی روابط کے گرد گھومتی رہی۔ بشیر صاحب نے بتایا کہ 1978ء میں شائع ہونے والی اس کتاب کے متعدد ایڈیشن شائع ہوچکے ہیں۔ نیا ایڈیشن مجلسِ احرار اسلام ملتان نے شائع کیا ہے۔ یہ بات بعد میں میرے علم میں آئی کہ ان کے احرار رہنماؤں سے مخلصانہ مراسم ہیں۔ انہوں نے مجھے نئے ایڈیشن کا ایک نسخہ عنایت کیا جس پر بطور مؤلف ابومدثرہ درج تھا اور اس کا پیش لفظ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند اور اُس وقت مجلس احرار اسلام کے سیکرٹری جنرل مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر کیا تھا۔ بشیر صاحب نے میری دلچسپی کو محسوس کرتے ہوئے یہ بھی بتایا کہ اس موضوع پر ان کی انگریزی تالیف Ahmadiyyah Movement: British- Jewish Connections 1994ء میں شائع ہوئی جس کا پیش لفظ ڈاکٹر محمود احمد غازی نے لکھا ہے۔ انہوں نے وعدہ کیا کہ وہ انگریزی کتاب دفتر لے آئیں گے جہاں میں اسے ان سے حاصل کرسکوں گا۔ غالباً ایک دن کے وقفے سے میں بشیر صاحب کے دفتر پہنچ گیا اور ان سے انگریزی کتاب حاصل کرلی۔ مطالعے سے واضح ہوا کہ یہ ’’قادیان سے اسرائیل تک‘‘ کا enlarged Version نہیں ہے بلکہ ایک نئی کتاب ہے جو مؤلف کے وسعتِ مطالعہ اور اخاذ طبیعت کی مظہر ہے۔ اس کتاب میں جناب بشیر احمد نے معروضیت کے تمام تقاضوں کا خیال رکھتے ہوئے قادیانی، برطانوی، یہودی روابط کو ثابت کیا ہے۔ ان کی قادیانی ماخذ تک براہِ راست رسائی تھی اور انہوں نے اس موضوع پر جماعتِ احمدیہ کے اعلیٰ عہدیداروں سے تبادلہ خیال بھی کیا۔ اس کتاب کی تالیف کے دوران بعض احمدیوں نے نام ظاہر نہ کرنے کی شرط پر انہیں قیمتی معلومات فراہم کیں جنہیں انھوں نے پوری چھان پھٹک کے بعد استعمال کیا۔ یہ کتاب اسلامک اسٹڈی فورم راولپنڈی کی جانب سے شائع ہوئی ہے۔ اسلامک اسٹڈی فورم کے جنرل سیکریٹری بشیر صاحب کے چھوٹے بھائی عبدالرشید مرحوم تھے جو روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی سے وابستہ تھے۔

اس کے بعد بشیر صاحب سے اکثر ان کے دفتر میں ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ ریڈیو پاکستان اسلام آباد کے شعبۂ خبر کی ملازمت کے دوران میری اکثر رات کی ڈیوٹی ہوتی تھی اس لیے دوپہر میں ان سے ملاقات آسان تھی۔ میں نماز ظہر سے کچھ پہلے ان کے دفتر پہنچ جاتا۔ وہ اپنا لنچ گھر سے لایا کرتے تھے۔ میرے یا کسی اور مہمان کے لیے ہوٹل سے بریانی منگوائی جاتی۔ ان کے پرسنل اسسٹنٹ ضمیر اختر بھی کھانے میں شریک ہوتے تھے۔ ان ملاقاتوں میں باہمی دلچسپی کے موضوعات پر مختصر گفتگو ہوتی۔ مجھے متعدد بار ان کے گھر پر حاضر ہونے کا موقع ملا جہاں ہماری طویل نشستیں ہوئیں۔ بشیر صاحب میرے غریب خانے پر بھی تشریف لائے۔ میری اور بشیر احمد صاحب کی گفتگو عموماً اسلام دشمن تحریکوں پر ہوتی تھی۔ کبھی کبھار حالاتِ حاضرہ بھی زیر گفتگو آ جاتے تھے۔ میں نے ان کا رجحان کسی خاص سیاسی جماعت کی طرف محسوس نہیں کیا۔

جناب بشیر احمد نے ایک ملاقات کے دوران بتایا کہ ان کی اطلاعات کے مطابق جماعتِ احمدیہ کے سربراہ مرزا طاہر احمد کو جب ایک احمدی نے لندن میں ان کی کتاب ''احمدیہ موومنٹ: برٹش۔ جیوش کنکشنز'' پیش کی تو انہوں نے اسے سرسری طور پر دیکھنے کے بعد پوچھا ''یہ ذاتِ شریف کون ہیں؟'' اس احمدی نے ان کا پس منظر بتایا تو مرزا صاحب نے اپنے رفقا سے کہا کہ اس کتاب کا جواب لکھا جائے۔ بشیر صاحب نے کہا کہ ان کی اطلاعات کے مطابق آج تک یہ جواب نہیں لکھا گیا۔ انہوں نے ایک اور موقع پر کہا کہ پاکستان کے علاوہ برطانیہ میں اس کتاب کی بڑی پزیرائی ہوئی۔ مجلس احرارِ اسلام کے موجودہ سیکریٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ جب بھی لندن جاتے تو اس کتاب کے کئی نسخے ان سے لے جاتے جنہیں وہ متعلقہ حلقوں تک پہنچاتے۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ جناب احمد علی ظفر نے ''تحریکِ احمدیت: یہودی و سامراجی گٹھ جوڑ'' کے عنوان سے کیا ہے جسے ادارۂ اصلاح وتبلیغ آسٹریلیا بلڈنگ، لاہور نے شائع کیا ہے۔

بشیر صاحب نے اپنی دوسری کتابیں بھی مجھے عنایت کیں۔ ان کی کتاب ''بہائیت: اسرائیل کی خفیہ سیاسی تنظیم'' 1993ء میں اسلامک اسٹڈی فورم نے شائع کی۔ اس کے مقدمے میں ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ نے کتاب کا خلاصہ دے دیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:

''یہ محض اتفاق نہیں ہے کہ جن دنوں ہندوستان میں قادیانیت کی داغ بیل ڈالی جارہی تھی، ٹھیک انھی دنوں میں ایران میں بہائیت کو پروان چڑھایا جارہا تھا، چونکہ دونوں کے مقاصد ایک تھے اس لیے طریق کار میں بھی حیرت انگیز مماثلت پائی جاتی ہے۔ چونکہ ایران اور برصغیر پاک وہند کے دو مختلف پس منظر رکھنے والے علاقوں میں ان دو تحریکوں کو کام کرنے کے لیے تیار کیا جارہا تھا، اس لیے تفصیلات میں قدرے اختلاف اور فرق بھی معلوم ہوتا ہے...... فاضل مصنف نے تاریخی حقائق سے ثابت کیا ہے کہ بہائیت اور صہیونیت ایک ہی داستان کی دو مختلف کڑیاں ہیں اور ایک جیسے مقاصد کے لیے کام کر رہی ہیں۔'' (ص 12، 13)

''فری میسنری: اسلام دشمن خفیہ یہودی تنظیم'' بشیر صاحب کی ایک معرکہ آرا تالیف ہے۔ یہ 2001ء میں شائع ہوئی۔ اس میں فری میسنری کے آغاز، ارتقا اور مختلف ممالک بالخصوص اسلامی ممالک میں اس کی سرگرمیوں سے بحث کی گئی ہے۔ میری ذاتی رائے میں اردو تو کیا انگریزی میں بھی ایسی کتاب نہیں لکھی گئی۔ اس سے قبل اس موضوع پر ساٹھ کی

دہائی میں مصباح الاسلام فاروقی کی دو کتابیں ''جیوش کانسپریسی اینڈ دی مسلم ورلڈ'' اور ''فری میسنری اے کریٹیکل اسٹڈی'' شائع ہوچکی تھیں جن سے بشیر صاحب نے استفادہ کیا۔ چند ابواب کے عنوانات ملاحظہ ہوں: فری میسنری کا پس منظر' خفیہ یہودی تنظیم' فری میسنری کا سیاسی کردار' احمدیت کے سیاسی اور مذہبی مقاصد اور مسیح موعود [کا تصور] بہائیت' قادیانی اور بہائی مقاصد میں ہم آہنگی' یہودیوں کے پروٹوکولز' مصر' ترکی اور دیگر اسلامی ممالک میں فری میسنری' این جی اوز' اسماعیلیت' آغا خان فاؤنڈیشن' یہ کتاب بھی اسلامک اسٹڈی فورم راولپنڈی نے شائع کی ہے۔

بشیر صاحب کی ایک اور تالیف ''بائبل کا تحقیقی جائزہ'' 2003ء میں شائع ہوئی۔ اس کے اندرونی ٹائٹل پر کتاب کا چار سطری تعارف اس طرح ہے: بائبل کے ارتقا اور تدوین کی درپردہ داستان' تحریف اور متن میں تبدیلیوں کے شواہد' قدیم نسخوں اور تراجم کا تنقیدی مطالعہ' اسلام عیسائیت اور یہودیت۔ اس کتاب کے عرضِ مؤلف سے بشیر احمد صاحب کی شخصیت کے تشکیلی دور کی ایک جھلک اور چند سوانحی اشارے سامنے آتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

''میں نے ابتدائی تعلیم مجددیہ ہائی اسکول بھابھڑ خانہ راولپنڈی میں حاصل کی...... تمام اساتذہ دینی اور اخلاقی تربیت پر بہت زور دیتے تھے...... میں نے بائبل کا سرسری مطالعہ مشن ہائی اسکول راولپنڈی میں کیا۔ مزید مطالعے کا موقع گورڈن کالج راولپنڈی اور کرسچن اسٹڈی سینٹر راولپنڈی میں ملا جہاں میرے اساتذہ ڈاکٹر عبدالقیوم ڈسکوی اور پروفیسر یوسف جلیل ہوتے تھے۔ ان سے مختلف موضوعات پر مسیحی نقطۂ نظر کو سمجھنے میں مدد ملی...... امریکہ میں قیام کے دوران عیسائیت' یہودیت اور بائبل پر بہت سی کتابیں دیکھیں اور مختلف عیسائی فرقوں کے رہنماؤں سے بات چیت کی۔ میرا ایم اے کا ایک پیپر ''اسلام'' تھا۔ اس سلسلے میں اپنے اساتذہ سید حسین نصر اور پروفیسر مجید خدوری سے اسلام اور عیسائیت کے کئی پہلوؤں پر تبادلہ خیال کیا......''

ایک دن گفتگو کے دوران بشیر صاحب نے بتایا کہ امریکہ میں قیام کے دوران انہیں جو تعلیمی وظیفہ ملتا تھا اس کا خاصا حصہ وہ عیسائیت' یہودیت اور فری میسنری پر کتابیں خریدنے پر صرف کرتے تھے۔

بشیر احمد صاحب کا ایک انگریزی کتابچہ ''پاکستان اینڈ دی ورلڈ ٹریڈ آرگنائزیشن'' 1999ء میں اکنامک ریسرچ سوسائٹی راولپنڈی نے شائع کیا۔ اس میں پاکستان کی ورلڈ ٹریڈ آرگنائزیشن میں شرکت کے مضمرات پر بحث کی گئی ہے۔

''اقبال اور قادیانیت: تحقیق کے نئے زاویے'' جناب بشیر احمد کی آخری کتاب ہے۔ یہ بشیر صاحب کی کرم فرمائی تھی کہ نہ صرف اس کا انتساب میرے نام کیا بلکہ عرضِ مصنف میں یہ بھی لکھا: ''اس کتاب کی تصنیف اور اشاعت کا سارا کریڈٹ صَدِیقی العزیز شکیل عثمانی کو جاتا ہے۔ ان ہی کی تحریک پر اس کا مسودہ تیار کیا گیا اور انہوں نے اس کی ترتیب و تدوین نیز بعض حواشی لکھنے میں از حد محنت کی اور متن میں اہم اضافے کیے۔'' دراصل نوّے کی دہائی میں ایک قادیانی قلم کار شیخ عبدالماجد کی دو کتابیں ''اقبال اور احمدیت'' اور ''فکرِ اقبال اور تحریک احمدیہ'' منظر عام پر آئیں جن میں قادیانی نقطۂ نظر سے علامہ اقبال پر اعتراضات کیے گئے ہیں۔ اس سے قبل شیخ اعجاز احمد نے اپنی کتاب ''مظلوم اقبال'' میں وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل کے رکن نہ بن سکنے کو علامہ اقبال کے احساسِ محرومی کا سبب قرار دیا اور دعویٰ کیا ''چونکہ سر ظفر اللہ خاں کونسل کے ممبر نامزد ہوگئے اس لیے 1935ء

میں علامہ نے احمدیوں کو غیر مسلم قرار دینے کا مطالبہ کیا۔'' بشیر صاحب نے اپنی کتاب ''احمدیہ موومنٹ: برٹش۔ جیوش کنکشنز'' میں احمدیت کے بارے میں علامہ اقبال کا نقطۂ نظر'' ''قادیانی اور کانگریس'' کے زیرعنوان باب میں ''قادیانیت بے نقاب'' کے ذیلی عنوان کے تحت پیش کیا تھا اور اس ضمن میں مولوی محمد علی لاہوری کے ایسے کتابچے کا حوالہ دیا تھا جو انتہائی کمیاب ہے' اس لیے مجھے یقین تھا کہ وہ شیخ عبدالماجد اور شیخ اعجاز کے اعتراضات کا مناسب جواب لکھ سکیں گے۔ جب میں نے اس موضوع پر بشیر صاحب کو کتاب لکھنے کی تجویز پیش کی تو ان کا کہنا تھا کہ اقبال اکیڈمی یا بزم اقبال کو دونوں ''شیوخ'' کے اعتراضات کا جواب شائع کرنا چاہیے۔ بہرحال خاصی بحث و تمحیص کے بعد انہوں نے ایسی کتاب لکھنے پر آمادگی ظاہر کی جس میں علامہ اقبال پر قادیانیوں کے عمومی اعتراضات کا جواب دیا گیا ہو۔ انہوں نے مختصر عرصے میں کتاب کا مسودہ تیار کرلیا اور میرا تعارف ایس ٹی پرنٹرز راولپنڈی کے جناب مسعود اختر اور جناب محمود اختر سے کرادیا۔ یہ مسودہ ایس ٹی پرنٹرز میں کمپوز ہوا اور وہیں کتاب کی طباعت ہوئی۔ بشیر صاحب کے ارشاد کے مطابق میں نے کتاب کے پروف پڑھے اور اس کا دیباچہ لکھا۔ بشیر احمد صاحب اس کے پروف نہیں پڑھ سکے کیونکہ اس دوران وہ ایک قریبی عزیز کی تیمارداری میں مصروف رہے جن کا بعد کو انتقال ہوگیا۔ ان کے انتقال سے بشیر صاحب اتنے دل گرفتہ ہوئے کہ انہوں نے مجھ سے کہا کہ آپ ہی پروف پڑھیں اور غلطیاں لگوائیں۔ میں نے پروف ریڈنگ کے دوران جہاں ضروری سمجھا متن میں اضافے کیے اور چند حواشی لکھے۔ بہرحال یہ اضافے اور حواشی بشیر صاحب کی Approval کے بعد کتاب میں شامل کیے گئے۔ یہ Approval کبھی بالمشافہ ملاقاتوں میں اور کبھی ٹیلی فون پر حاصل کی گئی۔

''اقبال اور قادیانیت: تحقیق کے نئے زاویے'' کا مقدمہ ڈاکٹر سفیر اختر اور تعارف ڈاکٹر ظفر اللہ بیگ نے لکھا ہے۔ ڈاکٹر سفیر اختر نے کانٹے کی بات یہ کہی کہ احمدیت کے بارے میں علامہ اقبال نے مئی 1935ء میں جو رائے ظاہر کی اس سے احمدیوں کا اختلاف تو سمجھ میں آتا ہے مگر یہ بات عجیب لگتی ہے کہ وہ علامہ کی اس رائے کو آخری اور حقیقی رائے کیوں نہیں سمجھتے اور بار بار علامہ کے ان اِکا دُکا جملوں کا ذکر کرتے ہیں جن پر انہوں نے خود خطِ تنسیخ کھینچ دیا ہے۔

اس کتاب کے چند ابواب کے عنوانات پیش کیے جاتے ہیں' تاکہ قارئین کے سامنے کتاب کی ایک جھلک آسکے:

خاندانِ اقبال اور قادیانیت' بانیٔ قادیانیت کے متعلق اقبال کی ابتدائی تحریر' علامہ اقبال عملی سیاست میں' علامہ نے قادیانیت کے خلاف مضامین کیوں لکھے؟' کیا علامہ اقبال نے قادیانیت کے خلاف اس لیے مضامین لکھے کہ وہ وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل کے رکن نہیں بن سکے؟ قادیانیت کے حقیقی خدوخال' علامہ اقبال کے بیان پر قادیانی جرائد کے تبصرے اور پنڈت نہرو کے خطوط۔

کتاب کے چوتھے اور آٹھویں باب کے حواشی انتہائی اہم ہیں۔ چوتھے باب کے حواشی میں حکیم نورالدین کی عربی دانی اور احمدیت کی بہائیت سے خوشہ چینی پر روشنی ڈالی گئی ہے' جبکہ آٹھویں باب کے حاشیہ نمبر 8 میں قادیانی لٹریچر سے ثابت کیا گیا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے اعلیٰ تر نبوت کا دعویٰ کیا۔

جناب بشیر احمد کی اس کتاب کی وسیع پیمانے پر پزیرائی ہوئی۔ ملک کے متعدد ممتاز اخبارات اور رسائل نے اپنے تبصروں میں اس کی تحسین کی۔ ان جرائد میں روزنامہ جنگ لندن، روزنامہ نوائے وقت لاہور' روزنامہ نئی بات لاہور، ماہنامہ نقیب ختم نبوت

ملتان‘ ماہنامہ لولاک ملتان، ماہنامہ ترجمان القرآن لاہور‘ ماہنامہ سیارہ لاہور‘ شش ماہی نقطۂ نظر اسلام آباد، ششماہی اقبالیات لاہور‘ سہ ماہی اقبال لاہور‘ ہفت روزہ فرائیڈے اسپیشل کراچی‘ ہفت روزہ ختم نبوت کراچی اور ہفت روزہ تکبیر کراچی شامل ہیں۔ ’’سیارہ‘‘ میں حکیم سرور سہارن پوری صاحب کے تبصرے کے علاوہ ڈاکٹر مقبول الٰہی صاحب کا مضمون بھی شامل ہوا جس میں مرزا غلام احمد قادیانی کی ’’ہندوستانی‘‘ عربی پر گفتگو کی گئی ہے۔ مضمون کی تمہید میں بشیر صاحب کی کتاب کا وہ حوالہ دیا گیا ہے جس میں حکیم نورالدین کے اس القاء کا ذکر ہے جو مہمل عربی میں ہے۔ ڈاکٹر مقبول الٰہی صاحب نے کتاب کی تحسین کرنے کے علاوہ قادیانیت کے حوالے سے چند واقعات بھی بیان کیے ہیں اور لکھا ہے کہ ان کے عربی کے استاد اور نامور عرب ادیب محمد العربی الہلالی المراکشی نے مرزا غلام احمد قادیانی کی عربی کتاب ’’اعجاز المسیح‘‘ کے ٹائٹل پر ہی سات غلطیوں کی نشاندہی کی (ملاحظہ ہو سیارہ اشاعتِ خاص-56)۔ ممتاز اقبال شناس ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی نے میرے نام ایک خط میں بشیر صاحب کی اس کاوش کی تعریف کی۔ جب میں نے اس خط کی عکسی نقل بشیر صاحب کو پیش کی تو انھوں نے کہا کہ جتنے تبصرے ’’اقبال اور قادیانیت‘‘ پر ہوئے‘ ان کی کسی اور کتاب پر نہیں ہوئے۔ اس پر میں نے عرض کیا کہ اس میں کتاب کی Worth کے علاوہ خاکسار کی پبلک ریلیشنگ کا بھی دخل ہے۔ بشیر صاحب نے مسکراتے ہوئے میری بات کی تائید کی۔ انھوں نے ڈاکٹر ہاشمی صاحب کی رائے پر ممنونیت کا اظہار بھی کیا۔

’’اقبال اور قادیانیت‘‘ بشیر احمد صاحب مرحوم کی آخری کتاب ہے جو 2006ء میں شائع ہوئی اور ان کا انتقال 4/ جنوری 2014ء کو ہوا۔ اس دوران وہ اپنی دلچسپی کے مختلف موضوعات پر مطالعہ کرتے رہے۔ جہاں تک تحریری کام کا تعلق ہے تو میرے اور ان کے درمیان اتفاقِ رائے ہوا کہ آغا خانیوں (اسماعیلیوں) کے سیاسی کردار پر کتاب مرتب کی جائیے اس موضوع پر کتابیں جمع کرنے کا آغاز ہوا۔ ’’نورِ مبین‘‘ کی عکسی نقل حاصل کی گئی۔ فرہاد دفتری کی کتابیں اُن کے پاس پہلے ہی تھیں۔ جوہن نارمن ہولسٹر کی کتاب Shia of India، مہر بوس کی کتاب ’’دی آغا خانز‘‘، ڈاکٹر زاہد علی کی کتابیں ’’ہمارے اسماعیلی مذہب کی حقیقت اور اس کا نظام‘‘ اور ’’تاریخِ فاطمینِ مصر‘‘، آغا خاں سوکی "Memories"، جوزف فان ہیمر۔ پرگسٹال کی "The History of th Assassins"، سید تنظیم حسین کی تالیفات اور منحرف آغا خانیوں کی کتابیں بھی مل گئیں۔ حصولِ کتب کا مرحلہ جاری تھا کہ بشیر صاحب کو بلڈ پریشر، شوگر اور قلب کے عوارض لاحق ہوگئے۔ اُن کی علالت کا سلسلہ جنوری 2014ء تک جاری رہا۔ اگرچہ اس میں نشیب وفراز آتے رہے۔ میرا خیال ہے کہ علالت سے پیدا ہونے والی عدم یک سوئی کے سبب وہ کوئی تحریری کام نہیں کر سکے۔ بہرحال میں شخصی ملاقاتوں میں ان پر زور دیتا رہا کہ کسی بھی موضوع پر کام شروع کریں۔ برادرم عبداللطیف خالد چیمہ، کرنل (ر) ڈاکٹر محمد حامد اور چند دوسرے احباب بھی انھیں اس جانب متوجہ کرتے رہے۔ میں نے اور برادرم خالد چیمہ نے جناب بشیر احمد مرحوم سے ایک مشترکہ ملاقات اسی غرض سے کی، لیکن یہ ملاقات بے نتیجہ رہی۔

مضمون کا اختتام کرتے ہوئے میں بشیر صاحب کی مغفرت کے لیے دعا گو ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کی علمی خدمات کو شرفِ قبولیت بخشے اور انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔

(بشکریہ: فرائیڈے اسپیشل، کراچی) 28/ مارچ تا 4/ اپریل 2014ء